

حکومت پاکستان کے مالیات
Public Finance of Pakistan

پاکستان کی حکومت قزوقے آئین، عوام کی معاشرتی اور اقتصادي مہیو میں اضافہ کرنے کی پابند ہے۔ یہ کوشش کرتی رہے گی کہ لوگوں کا معیار زندگی بڑھ کرے، چند بقول میں دولت کا لور کھڑو کرے، دولت کی تقسیم میں انصاف کو مد نظر رکھے، اور مزدوروں، مالکوں کے درمیان مناسب تعلقات پیدا کرے۔ غیر حکومت نے عزیمت کر رکھا ہے کہ وہ ملک کے تمام افراد کو اپنے دہر کے مطابق روزگار مہیا کرے گی۔ رہائشی کوشش دے گی کہ معاشی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، طہاس، صحت، تعلیم اور طبی سہولتیں فراہم کرے گی۔ یہ آزاد مضمر اور بیرونی وزگار لوگوں کی مدد کرے گی، اور افراد کے، امتیاز، آمدنی کی بنیاد پر پیدا ہونے والے فرق دور کرے گی۔ اس سلسلہ میں حکومت اپنی مالیاتی (Fiscal) پالیسی وضع کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سرفراز بحث ہوتی ہے۔

بجٹ (Budget) (ميزانیہ):

بجٹ سے مراد ایسا تخمینہ ہے جو حکومت کے اسکیمہ مالی سال کی متوقع آمدنی اور اخراجات کے بارے میں لگایا گیا ہو۔ پاکستان میں مالی سال یکم جولائی سے شروع ہوتا ہے اور اگلے مالی سال تک چلتا رہتا ہے، جن کے مابین سے جو درجہ ابلیات اگلے سال کی متوقع آمدنی اور متوقع اخراجات کے تخمینے (Estimates) قومی اکسل میں پیش کرتے ہیں۔ سرکاری اور صوبائی حکومتوں کے بجٹ کی وضاحت کے لیے یہ

- 1- آمدنی کا بجٹ (Revenue Budget):
اس بجٹ میں وہ آمدنی دکھائی جاتی ہے جو مختلف ٹیکسوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ مثلاً سسٹم ٹیو، میٹرو ٹیو، کار ٹیکس اور دیگر ٹیکس وغیرہ اور یہ آمدنی قومی دفاع (Defence)، امن و امان، تعمیر و بنی عمارت، تعلیم کے شعبوں اور دیگر امور کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔
- 2- سرمایے کے بجٹ (Capital Budget):

- 2- **مرکز کے بجٹ (Capital Budget)**
اس بجٹ میں ان اخراجات کا تخمینہ کیا جاتا ہے جو برقیاتی منصوبہ کے لیے کیے جاتے ہیں جن میں یہ شامل ہیں: تعمیرات کا کام، خرید
مزید مکمل، بندرگاہیں، بیرونی قرضوں کی تعمیر، آبپاشی کے ذرائع کی ترقی، پانی اور بجلی کے منصوبوں کی تکمیل اور اس طرح کے دیگر برقیاتی
پروجیکٹ۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حکومت کے کئے ہوئے غوم اور بجلیوں کے قرضہ منجانب سے یا دیگر ذرائع اور بین الاقوامی
مالی اداروں سے امداد اور قرضہ منجانب سے حاصل کرتی ہے۔

اگر بجٹ میں حوالہ آئی خرقہ سے زیادہ جائے تو اسے فاضل بجٹ (Surplus Budget) کہا جاتا ہے اور اگر آئی خرقہ سے کم ہو تو اسے متوازن بجٹ (Balanced Budget) کہتے ہیں اور اگر آئی خرقہ سے زیادہ ہو تو اسے متوازن بجٹ (Deficit Budget) کہتے ہیں۔

دیا جاتا ہے۔

پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام (Kinds of Taxes in Pakistan):

حکومت پاکستان ہر پچاس خزانے کے لیے لوگوں سے ٹیکس جمیل کرتی ہے، اس کی شرح قابلِ ملاحظہ ہے۔

- 1- **براہ راست ٹیکس (Direct Taxes):**
ان ٹیکسوں میں شامل ہیں: انکم ٹیکس، پراپٹی ٹیکس، تاج ٹیکس، زرخیز پیداوار پر مالی وغیرہ۔ جن افراد پر یہ ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں وہی انہیں ادا کرتے ہیں (گویا ایسے ٹیکسوں کا جو ختم ہوتا ہے وہ یہ ہے)۔

- 2۔ **بالواسطہ ٹیکس (Indirect Taxes):**
ان سے مراد یہ ٹیکس ہیں: ہر آمدات و درآمدات پر کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی، سیلز (بیکری) ٹیکس وغیرہ۔ جن اقرا و یا اداروں پر یہ ٹیکس لگاتے ہیں وہ انہیں اچھا پیدا کرنے والی یا فروخت کی جانے والی اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر کے آگے بڑھانے کے لیے وصول کر لیتے ہیں۔ گویا یہ ٹیکس دکانداروں کے واسطے سے دیگر لوگوں اور کمپنیوں سے وصول کئے جاتے ہیں۔

حکومت پاکستان کے ذرائع آمدنی (Sources of Revenue of Govt. of Paksitan):

پاکستان کی مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی یہ ہیں: مجموعہ (Tax Revenue) اور غیر مجموعہ (Non-Tax Revenue)۔
مجموعہ آمدنی مندرجہ ذیل ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے:

ذرا آئی اور آئی محصول، مرکزی کی ایکسائز ڈیوٹی، انکم ٹیکس، دیگر پوریشن ٹیکس، سٹیکر ٹیکس، محصول سیر (Gift Tax)، محصول تیل اور قدرتی گیس وغیرہ پر ٹیکس۔ حکومت کی آئی ٹی کے غیر محصولاتی ذرائع مندرجہ ذیل ہیں: ڈاک، ہزار اور نقل و حرکت کے ٹیکسوں سے حاصل آئی ٹی، جسے بونے قرضوں پر سود، شہر کی تعمیر و بنسٹ، کرنسی، ٹیکس، اور ذوقی خدمات وغیرہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ آئی ٹی حاصلہ آمدنی پر آئی ٹی اور (GDP) کے 10.5 فیصد کے برابر ہوتی ہے اور غیر محصولاتی آئی ٹی صرف ڈی بی بی کے 5 فیصد فیصد کے برابر ہوتی ہے۔ یہ اور اسٹ ٹیکس کی ڈی بی بی کے 5 فیصد فیصد کے برابر ہوتی ہیں اور اسٹ ٹیکس 5.5 فیصد فیصد کے برابر ہے۔

مرکز کی حکومت کو اپنے آمدنی کا تقریباً 60 فیصد حصہ ٹیکس سے حاصل ہوتا ہے، اور 40 فیصد مجموعہ درآمدات سے حکمت کوکل ٹیکس کا 40 فیصد، باقی 60 فیصد ٹیکس (خارج آمدنی اور منافع پر جاتے ٹیکس) سے حاصل ہوتا ہے اور 60 فیصد بالواسطہ ٹیکس سے ملتا ہے بالواسطہ ٹیکس ان کے تمام تین کو جن میں سے یہ ٹیکس لگائے جاتے ہیں، درآمدات پر سٹمپ آمدنی (جو مجموعی طور پر G.N.P. کے ایک چوتھائی کے برابر ہے) اور کوکل ٹیکس ایسا جاتا ہے علاوہ ان کے صنعتی شعبہ میں ٹیکس کی سبجکٹ اندازت سے جوئے وغیرہ سٹیٹ انڈسٹری کے باعث، کوکل ٹیکس آمدنی مجموعہ کوکل آمدنی سے 21-22 فیصد کم حاصل ہوتی آمدنی 38.9 ملین روپے ٹیکس متعلقہ شرح 40 تا 54 فیصد ٹیکس (تقریباً 40 فیصد) کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شماره ۱۰۰ (Custom Duty on Exports & Imports)

[illegible][illegible]

۱) میرزا یحییٰ خان قزوینی نے "تذکرۃ الشعراء" لکھی ہے۔
 ۲) میرزا یحییٰ خان قزوینی نے "تذکرۃ الشعراء" لکھی ہے۔
 ۳) میرزا یحییٰ خان قزوینی نے "تذکرۃ الشعراء" لکھی ہے۔

گفتند که هر دو عاقل گشته اند و هر دو به حق میگویند و هر دو بر حق است.

اس پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ ملک میں صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہو جائے۔ درآمدی محصول عائد کرنے کے بڑے بڑے متن مقاصد ہیں: اول، حکومت کو آمدنی حاصل ہو، دوم، غیر ضروری اور تھینی نوعیت کی درآمدات کی حوصلہ شکنی ہو اور سوم، مقامی صنعتوں کو تائین و تحفظ (Protection) دیا جائے۔

بعض اشیاء کی درآمد پر درآمدی محصول بالکل معاف ہے۔ مثلاً خشک دودھ، بٹر آئل، والیس، اناج، کھادیں، سویا بین، بھولہ، بناستی سبھی، اخباری کاغذ، خام پٹرول، کیڑے مارداروائیں۔ جہاں تک برآمدات پر محصول کا تعلق ہے ان کی شرح میں بدستوری کی جاتی رہی ہے، تاہم تین الاقوامی منڈیوں میں ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں اور برآمدات میں اضافہ ہو۔

درآمدی و برآمدی محصول حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ ہیں۔ کل محصولاتی آمدنی کا 25 فیصد اس ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ابتدائی سالوں میں حکومت کی محصولاتی آمدنی کا تریسٹھ فیصد حصہ اس ذریعہ سے حاصل ہوتا رہا۔ لیکن اب اس کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے (اس کی اہمیت کا کم ہونا ملکی معیشت کے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ یہ ایک غیر منظم ذریعہ آمدنی ہے اور بین الاقوامی تجارت اور برآمد درآمد میں کمی بیشی کے باعث ٹھٹھا بڑھتا رہتا ہے) اور سرکاری آمدنی کے دیگر ذرائع آمدنی منظم ہوتے جا رہے ہیں۔

درآمدی محصول کی نوعیت بالواسطہ ٹیکس کی ہے یعنی اگرچہ یہ ٹیکس حکومت کو پاکستانی اپورٹراڈ کرتے ہیں، لیکن وہ اسے درآمدی اشیاء کی قیمت میں شامل کر کے، خریداروں سے وصول کر لیتے ہیں۔ اس لئے درحقیقت یہ ٹیکس عام صارفین ہی ادا کرتے ہیں اور ان کا بوجھ ان کی جیب پر پڑتا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں درآمد شدہ اشیاء کی قیمت بہت زیادہ ہے اور عام آدمی کی قوت خرید سے باہر ہے۔ اس چیز کا اثر ملک کے اندر پیدا ہونے والی اشیاء پر بھی پڑا ہے اور وہ بھی ہو گئی ہیں۔ درآمدی محصولات کی شرح کو کم کر کے برکھنا ضروری ہے تاکہ

(1) صنعتوں کے لئے خام مال مناسب قیمتوں پر مہیا ہو سکے۔

(2) ضروری اشیاء کی قیمتیں اعتدال پر رہیں۔

(3) اندرون ملک صنعتوں کو غیر ضروری تحفظ حاصل نہ ہو سکے۔

2- مرکزی ایکسائز ڈیوٹی (Central Excise Duty):

ایکسائز ڈیوٹی پاکستان میں بننے والی اشیاء اور مہیا کی جانے والی خدمات پر عائد کی جاتی ہے۔ جیسے جیسے پاکستان صنعتی اعتبار سے ترقی کرتا گیا ہے محصولات کا حلقہ وسیع ہوتا گیا ہے۔ 1948ء میں پندرہ اشیاء پر ایکسائز ڈیوٹی ادا کی جاتی تھی، لیکن اب 64 اشیاء اور دو خدمات قابل ایکسائز ڈیوٹی ہیں۔ حکومت کا یہ ذریعہ آمدنی تیزی سے ترقی کرتا گیا ہے، جس سے ملک کے اندر ہونے والی معاشی ترقی اور استحکام کا پتا چلتا ہے۔ بالواسطہ ٹیکسوں کا چندہ فیصد ایکسائز ٹیکس سے حاصل ہوتا ہے۔ عام حالات میں ایکسائز ڈیوٹی کا رخاندہ اسے اس وقت لی جاتی ہے، جب وہ اپنی مصنوعات فروخت کے لئے ٹیکسری سے باہر نکالتا ہے۔ ایکسائز ڈیوٹی عائد کرنے سے مندرجہ ذیل مقاصد پورے ہوتے ہیں:

اس سے حکومت کو معقول آمدنی حاصل ہوتی ہے۔
اس سے قیمتوں کا معیار قابو میں رکھا جاسکتا ہے کیونکہ ایکسائز ڈیوٹی کی شرح کو شے کی پرچون قیمت کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے۔
ایکسائز ڈیوٹی کو ملک کے کیا ذرائع کو صحت مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی خاطر، بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ ایکسائز ٹیکس بالواسطہ ٹیکس ہے، کیونکہ یہ جن چیزوں پر لگایا جاتا ہے، وہ چیزیں پیدا کرنے والے، اسے قیمت میں شامل کر کے گاہکوں سے وصول کر لیتے ہیں، ایکسائز ڈیوٹی کا پچاسی فیصد حصہ تباکو، سینٹ، پٹرولیم، شکر، بنا پستی سبھی اور قدرتی گیس سے حاصل ہوتا ہے۔

3- انکم ٹیکس و کارپوریٹ ٹیکس (Income Tax and Corporate Tax):

انکم ٹیکس اکیلے اکیلے فرد کی آمدنی پر لگایا جاتا ہے اور کارپوریٹ ٹیکس کاروباری کمپنیوں اور مشنر کہ سرمایہ کے تجارتی اداروں کی آمدنی پر

عائد ہوتا ہے۔ انکم ٹیکس براہ راست ٹیکس ہے، یہ جس پر نافذ ہوتا ہے اسے اپنی آمدنی میں سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ اسے آگے کسی اور پر منتقل نہیں کر سکتا۔ گویا اس ٹیکس کا بوجھ اسی پر پڑتا ہے، یہ حیرانہ ٹیکس ہے، یعنی اس کی شرح آمدنی بڑھنے کے ساتھ ساتھ بلند ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کی آمدنی کے ابتدائی مرحلہ پر کم شرح سے اس سے آگے ایک خاص حد تک بلند شرح سے اور اس سے آگے ایک خاص حد تک بلند شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔ غرض آمدنی کی ہر آگے کی شرح پر ٹیکس کی شرح بھی بلند ہوتی جاتی ہے۔ گویا جن لوگوں کی آمدنی کم ہو ان پر کم شرح سے اور جن کی آمدنی زیادہ ہو ان پر بلند شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔

بچت اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت انکم ٹیکس لگاتے وقت ٹیکس دہندگان کو سرمایہ کاری (Investment) کے لئے کچھ چھوٹ (Rebate) دیتی ہے۔ یعنی سالانہ آمدنی کے تیس فیصد حصہ تک، جتنی رقم سرمایہ کاری میں لگادی جائے، اس پر ٹیکس نہیں لگایا جاتا۔ سرمایہ کاری کی مختلف شکلیں ہیں، مثلاً قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ کے بونڈ خریدنا، بیمہ زندگی کی قسط ادا کرنا، پراویٹنٹ فنڈ میں رقم جمع کرنا وغیرہ۔ "کارپوریشن ٹیکس" عائد کرتے وقت بھی حکومت صنعتی و تجارتی اداروں کو عمارات اور مشینری پر فرسودگی الاؤنس (Depreciation Allowance) دیتی ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے اس ذریعہ آمدنی کا تیسرا نمبر ہے۔

4- بکری ٹیکس (Sales Tax):

حکومت کی محصولاتی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ بکری ٹیکس ہے۔ کیونکہ 62.5 فیصد آمدنی اس ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ بعض اشیاء کی فروخت پر لگایا جاتا ہے۔ بکری ٹیکس کا انتظام انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کرتا ہے، تاہم کوئی شے درآمد ہوتے وقت اس کا ٹیکس ٹیکس، مرکزی ایکسائز کام وصول کرتے ہیں۔ بکری ٹیکس کے نفاذ کا طریقہ حسب ذیل ہے:

پاکستان میں درآمد ہونے والی تمام اشیاء کی مالیت پر بکری ٹیکس اپورٹراڈ کرتا ہے۔

پاکستان میں تیار شدہ یا مصنوعہ تمام اشیاء کی قیمت فروخت پر بکری ٹیکس کا رخاندہ اپنا پیدا کار (Producer) ادا کرتا ہے۔

تمام پاکستانی اشیاء کی قیمت خرید پر بکری ٹیکس لائسنس یافتہ ٹھوک فروش ادا کرتا ہے، جب وہ اشیاء فروخت کرے۔

پاکستان سے درآمد ہونے والی تمام اشیاء کی مالیت پر بکری ٹیکس، ایکسپورٹراڈ کرتا ہے۔

عام طور پر روزمرہ ضرورت کی اشیاء اور اشیائے سرمایہ پر، بکری ٹیکس نہیں لگایا جاتا، البتہ بعض تھناتی اشیاء پر بلند شرح سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

5- متفرق ٹیکس:

ان میں تین ٹیکس شامل ہیں: اول، دولت ٹیکس (Wealth Tax)، دوم، محصول بہت یا تحفہ ٹیکس (Gift Tax) اور سوم، وراثت ٹیکس یا محصول ترکہ (Estate Duty) (دولت ٹیکس عائد کرتے وقت ابتدائی حد تک کچھ رقم مستثنیٰ قرار دی جاتی اور باقی پر بتدریج بڑھتی ہوئی شرح والا حیرانہ ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔ اس کا آغاز 1963ء میں ہوا تھا۔ لیکن 2001ء میں یہ ٹیکس ختم کر دیا گیا۔

تحفہ ٹیکس کا نفاذ 1963ء میں ہوا تھا۔ ایک خاص مالیت کی حد تک تحفہ ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔ البتہ اس کے بعد یہ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسٹیٹ ڈیوٹی (Estate Duty) یا محصول ترکہ ایکٹ 1950ء میں منظور کیا گیا تھا، جس کی دوسرے، مرنے والے کی اسٹیٹ جب وارث کو ملے تو اس پر ٹیکس نافذ ہوتا ہے۔ یہ ٹیکس تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد پر نافذ ہوتا ہے۔ اس کا نظم و نسق اور فراہمی کی ذمہ داری کنٹرولر آف اسٹیٹ ڈیوٹی پر ہوتی ہے۔

مذکورہ ٹیکسوں کے علاوہ حکومت کی آمدنی کے بڑے بڑے غیر محصولاتی ذرائع حسب ذیل ہیں:

6- ڈاک، تار اور ٹیلی فون کی خدمات (Postal and Telephone Services):

یہ حکومت کا ایک کاروباری محکمہ ہے، جو ڈاک کے لفافے، پوسٹ کارڈ اور ٹیکسٹ فرسٹ کرتا ہے، ٹیلی فون کا بل وصول کرتا ہے، ٹیلی گرام دیتے اور مٹی آرڈر پہنچانے کی فیس لیتا ہے، اس ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی، ٹیکس کی حیثیت نہیں رکھتی، بلکہ یہ خدمات بہم پہنچانے کی قیمت ہے۔ چونکہ پوسٹ کارڈ اور لفافے غریب طبقہ بھی خریدتا ہے، اس لئے حکومت نے ان کی قیمت کم رکھی ہوئی ہے۔ اب محکمہ ٹیلی فون کو ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی کی شکل دے دی گئی ہے۔

7- قرضہ کی خدمات (یعنی سود کی وصولیات) (Interest Receipts):

مرکزی حکومت نے صوبائی حکومتوں، قرضہ دینے والی مالی کارپوریشنوں اور دیگر اداروں کو جو قرضے دے رکھے ہیں، ان پر اسے سود وصول ہوتا ہے۔ غیر محصولاتی آمدنی کے ذرائع میں اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

8- دیگر ذرائع (Other Sources):

مذکورہ بالا ذرائع کے علاوہ آمدنی کے باقی ذرائع یہ ہیں: کرنسی اور نکال، یعنی حکومت کو نوٹ چھاپنے اور سکے ڈھالنے سے جو قوت خرید حاصل ہوتی ہے وہ اس میں شامل ہے۔ پھر دفائی خدمات مہیا کرنے اور قلم و نسخ عامہ اور قومی ملکیت میں لئے گئے بینکوں سے بھی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک غیر معمولی وصولیوں کا تعلق ہے ان سے مراد وہ آمدنی ہے جو حکومت کو سرکاری شعبہ کی تجارت (State Trading) سے حاصل ہوتی ہے۔

ٹیکس نافذ کرنے والے ادارے:

دفاقی حکومت میں ٹیکس نافذ کرنے والا سب سے بڑا بااختیار ادارہ مرکزی بورڈ آف ریونیو (Central Board of Revenue) ہے۔ اس کے چار کمر ہیں جو بطور عہدہ حکومت پاکستان کے ایڈیشنل سیکرٹری ہوتے ہیں۔ بورڈ کا ایک کل وقتی صدر ہے، جس کا عہدہ دفاقی حکومت کے سیکرٹری کے مساوی ہے۔

انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کا نظم و نسق "انکم ٹیکس کمشنروں" کے ذمے ہے۔ ان کی مدد کے لئے چار قسم کے ادارے کام میں ہیں:

1- ڈپٹی کمشنر 2- اسسٹنٹ کمشنر

3- انکم ٹیکس انسپٹر 4- انکم ٹیکس انسپکٹر

کمشنر اور ایکسائز محصولات کی فراہمی کا نظم و نسق "کمشنر اینڈ سنٹرل ایکسائز کمیشنروں" کے ذمے ہے۔ ان کی مدد کے لئے دو قسم کے کام میں ہیں: اول اسسٹنٹ کمشنر اور دوم، پرنسپل کمشنر اور تیسری کمشنری فراہمی کے لئے الگ الگ انتظامی ادارے ہیں۔

(Domestic and External Borrowing) اندرونی و بیرونی قرضے:

گذشتہ سرکاری بجٹوں میں مستقل طور پر خسارہ واقع ہوتے جانے کے باعث مالیات کی کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت کو قرضہ لینا پرتار ہا ہے جس کی وجہ سے ایک طرف قرضہ کی مقدار بڑھتی گئی ہے اور دوسری طرف اس پر واجب الادا سود کی۔ لہذا اب بیرونی قرضہ اور اس پر ادا کیا جانے والا سود سرکاری بجٹ کی سب سے بڑی اخراجاتی مد ہے۔ سرکاری بجٹ میں واقع ہونے والے خسارے کو حکومت عموماً درج ذیل ذرائع سے پورا کرتی ہے: اول، بیرون ملک سے قرضہ لینا (Borrowing)۔ دوم، اندرون ملک سے غیر بنکاری ذرائع سے قرضہ لینا۔ اور سوم، اندرونی طور پر بنکاری نظام سے قرضہ لینا۔ اندرونی قرضہ دو مدوں پر مشتمل ہوتا ہے:

1- غیر بنکاری قرضے جو عوام (پبلک) سے قرضوں کی شکل میں لئے جاتے ہیں۔
2- بنکاری نظام سے قرضہ لینا (Borrowing from Banking System) 'اے خسارے کی سرمایہ کاری (Deficit

(Financing) بھی کہا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں نئے نوٹ چھاپے جاتے ہیں۔ یہ بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے آخری سہارا ہوتا ہے۔

پاکستان کا سرکاری قرضہ 1990ء کے عشرے کے دوران پندرہ فیصد شرح سے بڑھتا رہا حالانکہ اس دوران میں جی ڈی پی میں اضافہ کی رفتار صرف چودہ فیصد رہی ہے۔ جون 2000ء میں سرکاری قرضہ جی ڈی پی کے 79 فیصد کے برابر تھا تاہم جون 2011ء میں کم ہو کر 55 فیصد رہ گیا۔

پاکستان پر اندرونی اور بیرونی قرضوں کے تیزی سے بڑھتے جانے کی وجوہات یہ ہیں:

- حکومت کے بجٹ میں مسلسل خسارہ۔
- قرضہ میں لی ہوئی رقم کا غیر دانشمندانہ استعمال۔
- کم ضروری ترقیاتی پروجیکٹوں پر عملدرآمد۔
- غیر ملکی قرضوں سے مکمل کئے جانے والے پروجیکٹوں پر عملدرآمد میں کوتاہی۔
- حکومتی قرضوں کی حقیقی لاگت (Cost) میں اضافہ۔
- برآمدات میں جمود۔
- سرکاری آمدنی میں کمی۔
- بیرونی آسان شرائط والے قرضوں کی بجائے سخت شرائط والے قرضے۔

پاکستان پر اندرونی قرضہ گزشتہ عشرہ میں سولہ فیصد شرح سے بڑھتا گیا ہے۔ جون 2011ء میں یہ 5,461 بلین روپے تھا جو جی ڈی پی کے 30 فیصد کے برابر تھا جس پر 2011ء میں 457 بلین روپے سود ادا کیا گیا جو جی ڈی پی کا 2.5 فیصد تھا۔

سرکاری قرضہ تین قسم کا ہے: اول، دائمی قرضہ (Permanent Debt) (یہ اوسط مدت اور طویل مدت کے لئے ہوتا ہے) دائمی قرضہ ان پر مشتمل ہوتا ہے: پاکستان انوینسٹمنٹ بانڈز (PIBs) اور پرائز بانڈز۔ دوم، دائر قرضہ (Floating Debt) یہ قلیل مدت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ اس پر مشتمل ہوتا ہے "بازار میں خزانہ کی بیٹریاں" (Market Treasury Bills: MTB) اور سوم، غیر ذخیرہ بند قرضہ (Unfunded Debt) یہ پورے کارپورائٹ غیر بنکاری ہوتا ہے اور قومی بچت کی سکیموں پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً:

(i) سپیشل سیونگز سرٹیفیکیٹ (Special Savings Certificates)

(ii) بہبودی وینڈنگز سرٹیفیکیٹ

(iii) ریگولر انکم اسکیم (Regular Income Scheme) حکومت نے قرضہ کا بوجھ کم کرنے کے لئے ایک اعلیٰ سطح کی "تخفیف قرضہ و منظم کمیٹی" (Debt Reduction and Management Committee) قائم کی ہے تاکہ قرضہ کا بوجھ کم کرنے کی خاطر حکمت عملی بنائے۔ حکومت نے غیر ذخیرہ بند قرضہ پر سود کی شرح کم کر دی ہے۔

پاکستان پر سرکاری قرضہ (Public Debt) کا بوجھ دیگر ترقی پذیر ممالک کے مقابلہ میں زیادہ ہے، مثلاً 2011ء میں حکومت پاکستان پر سرکاری قرضہ اس کی جی ڈی پی کا 30.2 فیصد تھا جبکہ ملائیشیا کا 30 فیصد، چین کا 25 فیصد اور سعودی عرب کا تیرہ فیصد تھا۔ قرضائی بوجھ کا تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اس پر اصل زر اور سود کی ادائیگی کی شکل میں حکومت کی مجموعی آمدنی کا تقریباً ساٹھ فیصد خرچ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں معاشی ترقیاتی پروگرام مثلاً تحتی ڈھانچہ (Infrastructure) کی تعمیر اور معاشرتی و انسانی سرمایہ (Social and Human Capital) کی افزائش و ترقی کے لئے کم رقم بچتی ہے۔

پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ (Analysis):

پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ لینے سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ٹیکسوں کا حصہ زیادہ ہے۔ حکومت کو اپنی آمدنی 60 فیصد حصہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے اور صرف 40 فیصد دیگر ذرائع۔ سے اسی طرح صوبائی حکومتوں کی آمدنی کا تقریباً چھٹا حصہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے اور باقی دیگر ذرائع سے۔ گو پاکستان کی آمدنی کا بیشتر دار و مدار (پیداوار) جنگیوں اور ذرائع کی بجائے ٹیکسوں پر ہے جس سے ایک طرف تو عوام پر ٹیکسوں کا بہت بوجھ پڑتا ہے اور دوسری جانب حکومت کی آمدنی کے ذرائع غیر مستحکم رہتے ہیں۔

2- بالواسطہ ٹیکسوں کی کثرت:

ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے براہ راست (Direct) (یعنی بلا واسطہ ٹیکسوں کا حصہ صرف 40 فیصد اور بالواسطہ (Indirect) ٹیکسوں کا 60 فیصد ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ٹیکسوں کا بیشتر بوجھ عام صارفین پر منتقل ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں بلا واسطہ محصولات کا حصہ کم ہے، کیونکہ کل ٹیکسوں میں بلا واسطہ ٹیکسوں کا تناسب انڈینیا میں 82.5 فیصد ہے، بالواسطہ ٹیکسوں کا تناسب سوڈان اور براؤن جھوڑ کر پاکستان میں سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ بلا واسطہ ٹیکسوں کا حصہ کل حاصل میں بڑھایا جائے کیونکہ بلا واسطہ ٹیکس قیوتوں کے نظام کو متاثر کئے بغیر بڑھائے جاسکتے ہیں، دوسری طرف بالواسطہ ٹیکس نہ صرف قیوتوں کو درہم برہم کرتے ہیں، بلکہ قیوتیں بلند کرنے کا باعث بھی بنتے ہیں۔ مزید برآں بلا واسطہ ٹیکسوں کو اس طرح نافذ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا بوجھ زیادہ آمدنی والے لوگوں پر پڑے۔

3- ٹیکس چوری (Tax Evasion) کی خرابی:

پاکستان کے نظام محصولات کی ایک اور خرابی یہ ہے کہ بے شمار افراد، جن کی آمدنی "قابل ٹیکس" (Taxable) ہے اپنا "نقشہ برائے ادا شدہ ٹیکس" (Return) منگنے کے پاس جمع ہی نہیں کرتے اور نہ ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ گو یادہ ادائیگی ٹیکس سے صاف بچ جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنی آمدنی کے نقشہ میں پوری آمدنی درج نہیں کرتے، بلکہ کم آمدنی ظاہر کرتے ہیں اور یوں ٹیکس بچالے جاتے ہیں۔ اس معاملہ کو "ٹیکس چوری" کہا جاتا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق ہر سال تقریباً ایک کھرب روپے کے ٹیکس ادا نہیں کئے جاتے۔

4- ٹیکسوں کا تدریجی (Regressive) نظام:

جہاں تک براہ راست ٹیکسوں کا تعلق ہے، پاکستان کا نظام تدریجی (Progressive) نوعیت کا ہے، یعنی یہ اصول مساوات کو پورا کرتا ہے۔ زیادہ آمدنی والے شخص کو بلند شرح سے ٹیکس دینا پڑتا ہے اور کم آمدنی والے شخص کو پست شرح سے، لیکن جہاں تک بالواسطہ ٹیکسوں کا تعلق ہے یہ اصول مساوات کا تقاضا صحیح معنوں میں پورا نہیں کرتا، کیونکہ یہ ٹیکس تدریجی (Regressive) نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف اشیاء کی قیمتوں میں شامل ہوتے ہیں جو امیر غریب سبھی لوگ خریدتے ہیں، گو بالواسطہ ٹیکس کا بوجھ نچلے طبقے پر زیادہ پڑتا ہے۔

5- قومی آمدنی اور ٹیکسوں کا تناسب (Ratio):

سرکاری محصولات کی مجموعی داخلی پیداوار GDP کا 9.2 فیصد حصہ ہوتی ہے جو ایک ترقی پذیر ملک کے لئے انتہائی کم ہے۔ حالانکہ یہ تناسب بھارت میں سولہ فیصد ہے۔ چنانچہ ایک طرف پاکستان میں ارتکاز دولت کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف عوامی غربت و تنگ دستی کا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت دولت مند طبقہ سے براہ راست ٹیکس کافی مقدار میں حاصل کر کے عوام کو تعلیمی، طبی، تفریحی اور معاشرتی سہولتیں فراہم کرے، تاکہ ایک طرف تقسیم دولت کا معتدل نظام برپا ہو سکے اور دوسری جانب ملک سے غربت و افلاس کا خاتمہ کیا جاسکے۔ حکومت کو شش کر رہی ہے کہ یہ تناسب بڑھا کر پندرہ فیصد کر دیا جائے۔

6- ناکافی آمدنی (Insufficient Income):

حکومت کو اپنے تمام اخراجات پورے کرنے کے لئے حسب ضرورت آمدنی حاصل نہیں ہوتی۔ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی سے سرکاری خرچ کا صرف 70 فیصد پورا ہوتا ہے۔ اس لئے تنویل خاسر (خسارے کی سرمایہ کاری) (Deficit Financing) کا سہارا لینا پڑتا ہے یعنی ملک کے بنکاری نظام سے قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے، جس سے کرنسی کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے، افراد اور کاروبار کا مسئلہ نازک صورت اختیار کر چکا ہے، قیوتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں، اور معینہ آمدنی والے افراد اور طبقہ سخت پریشانی میں مبتلا ہے۔

7- غیر پیکدار نظام:

پاکستان کا نظام محصولات غیر پیکدار ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ہاں دیگر ٹیکسوں کے مقابلہ میں انکم ٹیکس سب سے کم پیکدار ہے۔ بلحاظ خام قومی پیداوار (جی این پی) محصولات کی آمدنی کی پیک صرف 0.81 ہے۔

8- ٹیکس دہندگان (Taxpayers) کی گلیل تعداد:

کل انکم ٹیکس رقم کا تقریباً 93 فیصد ایسے ٹیکس دہندگان سے لیا جاتا ہے جن کی تعداد کل ٹیکس دہندگان کی 3.3 فیصد ہے۔

9- کمزور بنیادیں:

ہمارے ہاں ٹیکس کی بنیاد پست اور کمزور ہے، کیونکہ ایک طرف تو زرعی آمدنی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہے حالانکہ زرعی آمدنی مجموعی داخلی پیداوار (جی ڈی پی) کا ایک چوتھائی ہوتی ہے۔ دوسری طرف صنعتی شعبے کو بھی ٹیکسوں کی بہت چھوٹیں (Rebates) دی گئی ہیں، مثلاً ٹیکس ہائیڈرو، بڑھتے ہوئے فرسودگی الاؤنسز اور قرضہ جات وغیرہ۔ مزید برآں تقریباً نصف درآمدات امپورٹ ڈیوٹی سے مستثنیٰ ہیں۔ نظام محصولات بہتر بنانے کے لئے تجاویز:

پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ پاکستان کا نظام محصولات اطمینان بخش نہیں ہے، چنانچہ نظام ٹیکس بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں وہ تمام خوبیاں پیدا کی جائیں جو ایک اچھے نظام محصولات میں ہوتی ہیں، ان کے علاوہ سرکاری آمدنی بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے چاہئیں:

1- براہ راست ٹیکسوں میں اضافہ:

براہ راست ٹیکسوں کا حصہ بڑھانا چاہئے تاکہ ان کا بوجھ ان لوگوں پر پڑے جو دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

2- بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ میں کمی:

بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ کم کرنا چاہئے تاکہ غریب اور متوسط طبقہ پر بوجھ کم ہو جائے۔

3- ٹیکس چوری کا انسداد:

ٹیکس وصول کرنے کا نظام بہتر ہونا چاہئے تاکہ یہ چوری نہ ہو سکیں۔

4- تشکیل سرمایہ کا اہتمام:

بالواسطہ ٹیکسوں کی شرح کم کرنی چاہئے تاکہ لوگوں کی بچتوں میں اضافہ ہو سکے اور ملک میں تشکیل سرمایہ (Capital Formation) کی رفتار تیز تر ہو۔

5- ارتکاز دولت کا انسداد:

براہ راست ٹیکسوں کی مختلف شرحیں ایسی ہونی چاہئیں، جن سے دولت کے چند ہاتھوں میں مرککز (Concentration) ہونے کا رجحان رک سکے۔

6- زرعی طبقہ پر ٹیکس:

زرعی آمدنی پر ٹیکس عائد کرنا چاہئے کیونکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یکساں آمدن والا طبقہ مساوی ٹیکس ادا کرے، خواہ اس کی آمدنی کسی شعبے سے تعلق رکھتی ہو۔ چونکہ آگم ٹیکس عدل و انصاف کے زیادہ قریب ہے اور بہتر تقسیم آمدنی کا باعث بنتا ہے اس لئے زرعی طبقہ پر ضرور آگم ٹیکس نافذ ہونا چاہئے۔ اگرچہ زمین کی پیداوار پر عثر وصول کیا جاتا ہے لیکن یہ ایک طرح کی ذکوۃ ہے جو ملک کے تمام اہل نصاب مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے اور آگم ٹیکس اس کے باوجود عائد کیا جاتا ہے، اس لئے زرعی آمدنی کو آگم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نیز چونکہ چالیس فیصد زمین بڑے بڑے زمینداروں (Big Landlords) کے پاس ہے۔ اس لئے محصولات کے موجودہ نظام کے مطابق زرعی آمدنی پر محصول (Tax) لگانے سے بلا واسطہ ٹیکسوں سے ہونے والی آمدنی میں کثیر اضافہ ہو سکتا ہے۔

7- غیر ضروری چھوٹ کا خاتمہ:

بالواسطہ محصولات کا بڑا حصہ کسٹم محصولات سے آتا ہے اور کسٹم محصولات میں بھی بادلن فیصد درآمدات، محصول سے مستثنیٰ ہیں۔ چونکہ یہ چھوٹیں خاص مقاصد کے پیش نظر دی جاتی ہیں، اس لئے ان سے بد نظریاں (Malpractices) بھی پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ کسٹم محصولات سے تمام قسم کی چھوٹیں ختم کی جائیں، تاکہ ایک جانب بد نظمی کا خاتمہ ہو جائے اور دوسری طرف محصولات میں خاطر خواہ اضافہ ہو۔

8- ایکسائز ٹیکس کی وسیع بنیاد:

اندرون ملک تیار ہونے والی اشیاء پر ایکسائز ٹیکس لگایا جاتا ہے لیکن اس مد سے حاصل ہونے والے محصولات کا پچاس فیصد صرف بچے اشیاء سے حاصل ہوتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ ایکسائز ٹیکس کا دائرہ وسیع کیا جائے۔

سرکاری خرچ کی قسمیں (Kinds of Public Expenditure):

بیچے بتایا گیا ہے کہ حکومت کا بجٹ دو طرح کا ہوتا ہے: ایک خالص بجٹ اور دوسرا سرمائے کا بجٹ۔ ان کے تحت ہونے والے خرچ کو بالترتیب محاصلاتی خرچ (Revenue Expenditure) اور سرمایاتی خرچ (Capital Expenditure) کہا جاتا ہے، لیکن اب جدید فی زبان میں انہیں

(1) غیر ترقیاتی خرچ (یا رواں خرچ) (2) ترقیاتی خرچ کا نام دیا گیا ہے۔

محاصلاتی یا غیر ترقیاتی خرچ:

اس سے مراد ایسا خرچ ہے جو براہ راست معاشی ترقی میں اضافہ کا باعث نہ بنے۔ مثلاً فوج، پولیس، عدالتوں اور نظم و نسق پر اٹھنے والا خرچ۔ غرض روزمرہ ضروریات و مقاصد پر ہونے والا خرچ غیر ترقیاتی خرچ کہلاتا ہے، یہ بات بھی سمجھ لی جانی چاہئے کہ جو رقم کسی پروجیکٹ کو مکمل کرنے پر خرچ کی جائے وہ ترقیاتی خرچ میں شمار ہوگی لیکن بعد میں اس پروجیکٹ کو مستقل طور پر چالو رکھنے پر جو رواں خرچ (Current Expenditure) ہو گا وہ غیر ترقیاتی خرچ کہلائے گا۔ مثلاً ہمارے ہاں آبپاشی اور برقی کے لئے جو سنگا ڈیم بنایا گیا ہے اس پر اٹھنے والا خرچ ترقیاتی خرچ ہے، اور اب اسے قائم و برقرار رکھنے کے لئے ہر سال جو رقم خرچ ہوتی ہے وہ غیر ترقیاتی خرچ ہوتا ہے۔

وفاقی حکومت کے اخراجات کی مدیں

(Heads of Expenditures of Federal Government)

حکومت پاکستان کے غیر ترقیاتی خرچ کی اہم مدیں حسب ذیل ہیں:

1- دفاع (Defence):

اس سے مراد ہے، ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لئے بری، بحری اور ہوائی فوج پر خرچ۔ 10-2009ء کے دوران اس مد پر کل 375 ارب

روپے خرچ ہوئے۔ یہ رقم حکومت کے کل رواں خرچ کا 12.55 فیصد ہے۔ یہ تناسب بہت زیادہ ہے اور معاشی ترقی کے لئے کم رقم بجتی ہے۔

2- قرضوں پر سود کی ادائیگی (Debt Servicing):

اس سے مراد ہے، بیرونی قرضوں پر سود، اندرونی قرضوں پر سود، اور قرضوں کی واپسی کے لئے مخصوص کی جانے والی رقم۔ پاکستان پر اوسط اور طویل مدت بیرونی اندرونی قرضہ موجود ہے۔ جہاں تک اندرونی اور بیرونی قرضہ کا تعلق ہے، اس کی ادائیگی کی حیثیت تو ملک کے اندر انتظامی ادائیگیوں کی سی ہے، لیکن جہاں تک بیرونی قرضہ کا تعلق ہے، وہ قومی دولت پر ایک طرح کا دعویٰ (Claim) ہے، جو کہ مستقبل میں سمائی جانے والی آمدنیوں میں سے ادا کیا جائے گا، بیرونی ممالک سے قرضہ لینے کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کہ ایک طرف تو ملک کے اندر پس انداز کی کمی شرح بہت پست ہے، جب کہ معاشی ترقی کے لئے سرمایہ کاری کے لئے بہت زیادہ رقم مطلوب ہے، اور دوسری طرف ملکی ترقی کے لئے غیر ممالک سے پیشکش، اشیاء سرمایہ اور دیگر اشیاء درآمد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حکومت کے اندرونی اور بیرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی کی رقم مسلسل بڑھتی چلی گئی ہے۔

حکومت پر قرضہ اور سود کا بوجھ بڑھتے جانے سے حکومتی وسائل کا کثیر حصہ اس مد پر خرچ ہو جاتا ہے لہذا معاشی و معاشرتی ترقیاتی کاموں اور تخفیف غربت پروگراموں کے لئے وسائل کم پڑ جاتے ہیں۔ 10-2009ء میں سرکاری داخلی اور خارجی قرضوں پر جو سود ادا کیا گیا وہ کل خرچ کا پچاس فیصد تھا۔

3- اعانے (Subsidies):

ان سے مراد وہ رقم ہے جو حکومت انتہائی ضروری اشیاء کی خرید یا فروخت کے سلسلہ میں بطور اعانت دیتی ہے۔ اس وقت یہ تین اشیاء پر دی جا رہی ہے۔ یعنی گندم، خوردنی تیل اور تھی کا تیل۔ ان میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے اور یہ کل خرچ کا 7.55 فیصد ہوتے ہیں۔

4- نظم و نسق عائد:

اس میں آگے یہ مدیں شامل ہیں، عمومی انتظامیہ (General Administration)، مالی نظم و نسق (Fiscal Administration)، امور خارجہ، بیرونی امداد اور کچھ دیگر محکمے۔ یہ کل خرچ کے 12.3 فیصد ہیں۔

5- معاشرتی خدمات (Social Services):

ان میں یہ محکمے شامل ہیں: تعلیم، صحت، معاشرتی تحفظ، امور مذہبیہ اور دیگر بہبودی اقدامات۔

6- معاشی خدمات (Economic Services):

ان میں یہ محکمے شامل ہیں: خوراک اور زراعت، آبپاشی، ایندھن اور توانائی، دیہی ترقی، صنعتیں، معدنی وسائل، تعمیرات اور حمل و نقل و مواصلات۔

7- اجتماعی خدمات (Community Services):

ان سے مراد یہ محکمے ہیں: سرکاری اور شاہراہیں، ٹیلی ویژن اور براڈ کاسٹنگ سروسز وغیرہ۔

8- امن و امان (Law and Order):

حکومت ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لئے مختلف محکمے قائم کرتی ہے جن پر کافی رقم خرچ ہوتی ہے۔ ان میں یہ شامل ہیں: پولیس، عدالتیں، جیلیں، دسیرج، انضباط منوعات و منشیات (Narcotics Control)۔

ترقیاتی (سرمایاتی) خرچ کی مددیں (Heads of Developmental Expenditures):

اس سے مراد ایسا خرچ ہے جو ملک کی معاشی ترقی میں اضافہ کا باعث بنے۔ جیسے ریلیں، سڑکیں، اور نہریں بنانا، آبپاشی اور برقیاتی کے پروجیکٹ تعمیر کرنا، ڈاک، تار اور ٹیلیفون کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا، زرعی اور صنعتی ترقی کی سہولتوں پر خرچ کرنا۔ حکومت پاکستان کے سالانہ ترقیاتی اخراجات ذیل مدوں پر ہوتے ہیں:

کارپوریٹیشنوں کا ترقیاتی پروگرام، مسووبوں کا معمول کا ترقیاتی پروگرام، پانی، توانائی، زراعت، صنعت، نقل و حمل، مواصلات، طبی منصوبہ بندی اور مکانات، تعلیم و تربیت، صحت عامہ، آبادی کی منصوبہ بندی، سوشل ایکشن پروگرام وغیرہ۔ 2009-10ء کے دوران ترقیاتی مقاصد پر کل 518 بلین روپے خرچ کئے گئے جو کل اخراجات کے 18.5 فیصد تھے اور خام داخلی پیداوار کے 4 فیصد۔

ترقیاتی اخراجات ملکی معیشت کی نمو اور ترقی کے لئے سرکاری شعبے میں کئے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ سرکاری شعبے میں معینہ تشکیل سرمایہ (Capital Formation) کے مساوی ہوتے ہیں۔ ان کے حجم کا دار و مدار ان ترقیاتی پروجیکٹوں پر ہے جو سالانہ ترقیاتی پروگرام (ADP) میں شامل کئے جاتے ہیں۔ اس میں ”طبی اور معاشرتی تحتی ڈھانچے“ (Infrastructure) پر ہونے والے دونوں سرمایاتی خرچ شامل ہوتے ہیں۔ غیر منصوبہ بند عرصہ (1970-71ء تا 1977-78ء) کے دوران (چونکہ حکومت ملک کی معاشی و اقتصادی سرگرمیوں میں بہت زیادہ شریک رہی ہے، اس لئے) ”سالانہ ترقیاتی منصوبے“ میں 35 فیصد سالانہ شرح سے اضافہ ہوتا رہا ہے، جس کے باعث مجموعی سرمایہ کاری میں سرکاری شعبہ کی سرمایہ کاری کا حصہ 1971-72ء میں 48 فیصد سے بڑھ کر 1977-78ء میں 66 فیصد ہو گیا۔ لیکن بعد میں جب نجی شعبہ کی ترقی اور حوصلہ افزائی یعنی نجی کاری (Privatization) کا دور شروع ہوا تو سالانہ ترقیاتی منصوبے (ADP) میں سالانہ شرح اضافہ کم ہو گئی، اور ملک کی مجموعی سرمایہ کاری میں سرکاری شعبے کا حصہ بھی کم ہو گیا۔

عام طور پر سالانہ ترقیاتی پروگرام کی تکمیل کے لئے وفاقی حکومت کی معروضی شرح خرچ ہوتا ہے اور صوبائی حکومتوں کی معروضی شرحیں فیصد۔ سب سے زیادہ رقم آبی وسائل کی ترقی پر خرچ ہوتی ہے۔ اس کے بعد نقل و حمل اور مواصلات پر۔

مختلف شعبوں کی خرچ کے لحاظ سے نسبی اہمیت یہ ہے: پانی، توانائی، مواصلات اور نقل و حمل، دیہی ترقی، بہبود آبادی، طبی منصوبہ بندی، تعلیم و تربیت، صحت، زراعت اور صنعت۔

سرمایاتی یا ترقیاتی بجٹ (Capital Budget):

پیچھے بتایا گیا ہے کہ حکومت کا بجٹ دو طرح کا ہوتا ہے: محاسباتی بجٹ اور سرمایاتی بجٹ۔ اول الذکر پر مفصل بحث ہم پیچھے کرتے ہیں، لہذا اب سرمایاتی بجٹ کی وضاحت کرتے ہیں، اسے سالانہ ترقیاتی پروگرام (Annual Development Programme: ADP) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک جانب سرمایاتی وصولیاں ہیں، یعنی وسائل کو یا وہ رقم جو حکومت کو مختلف ذرائع سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری جانب سرمایاتی ادا نیکیاں۔ وسائل دو طرح کے ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی وسائل کے دو ذرائع ہیں: اول، وفاقی فنڈ، دوم قرضے۔ بیرونی وسائل مختلف نوع کی امداد پر مشتمل ہوتے ہیں: مثلاً پروجیکٹ قرضے، اجناسی قرضے، اور غیر منصوبہ جاتی امداد وغیرہ۔ سرمایاتی خرچ کے دو حصے ہیں: ترقیاتی اور غیر ترقیاتی خرچ تین طرح سے ہوتا ہے: سرکاری شعبہ میں خرچ، صوبوں کی ترقیاتی امداد، اور نجی شعبے میں خرچ، سرکاری شعبہ کی آگے کی مددیں ہیں۔ غیر ترقیاتی خرچ سے مراد وہ رقم ہیں جو ترقیاتی پروجیکٹوں کو برقرار رکھنے پر خرچ ہوں۔

مالیاتی (اور میزانیہ) پالیسی کے اہم مقاصد (Objectives of Fiscal Policy):

حکومت ٹیکس عائد کرنے یا غیر محصولاتی ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے، سرکاری قرضے لینے اور اپنی آمدنی خرچ کرنے کے سلسلے میں، جو خاص نقطہ نظر اختیار کرتی ہے اسے مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کہا جاتا ہے۔ چونکہ ٹیکس لگانے اور خرچ کرنے کے اقدامات سے ملکی

معیشت گہرے طور پر متاثر ہوتی ہے اس لئے حکومت اپنی مالیاتی پالیسی بناتے وقت مندرجہ ذیل مقاصد سامنے رکھتی ہے:

- 1- ملکی ذرائع سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے اور معاشی ترقی کی رفتار تیز کر کے لوگوں کا معیار زندگی بہتر بنایا جائے۔
- 2- افراط زر کو روکنے کے لئے سرکاری اخراجات کم کئے جائیں اور زائد زر جاری نہ کیا جائے تاکہ قیمتوں کا رخ معاشی طور پر ہو سکے۔
- 3- زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ کمایا جائے، تاکہ روزمرہ کے استعمال کی اشیاء اور نجی صنعتوں کے لئے خام مال اور مشینیں وغیرہ درآمد کی جاسکیں۔
- 4- ملک میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ یہاں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاروں میں لگنے کی حوصلہ افزائی ہو، چیزوں کی پیداوار بڑھے اور قیمتیں کم ہو جائیں۔
- 5- لوگوں کو روپیہ بچانے کی ترغیب دی جائے تاکہ ترقیاتی مقاصد کے لئے ملک کے اندر سے ہی مالی وسائل میسر آسکیں، اور غیر ملکی امداد (Foreign Aid) پر دار و مدار کم ہو جائے۔
- 6- ملک کے مختلف حصوں اور علاقوں میں جو معاشی عدم توازن پایا جاتا ہے اسے دور کیا جائے۔
- 7- نجی کاروبار کی حوصلہ افزائی کی جائے البتہ اجارہ داریوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
- 8- ملکی دولت کا بیشتر حصہ چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہونے پائے۔
- 9- ملک میں مضبوط و متوسط طبقہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔
- 10- معاشرتی شعبوں کو ہمہ پہلو ترقی دینا تاکہ قوم خوشحال ہو سکے۔
- 11- زرعی اور صنعتی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا تاکہ پاکستان کو خود کفیل بنا کر غیر ملکی محتاجی سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔
- 12- عام آدمی کے لئے ”خورد روزگاری سیکسوں“ (Self-Employment Schemes) کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی وسائل فراہم کر کے روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا۔
- 13- دولت مند طبقہ سے وسائل حاصل کر کے غریب طبقہ کی طرف منتقل کرنا، تاکہ معاشی خوشحالی کی تقسیم مساویانہ اور عادلانہ بنیادوں پر ہو سکے۔
- 14- عدل و احسان کا نظام قائم کرنا تاکہ ملک میں ترقی، خوشحالی اور قومی استحکام پیدا کیا جاسکے۔

پاکستان میں صوبائی حکومتوں کے ذرائع آمدنی

(Sources of Revenue of Provincial Governments)

پاکستان کی چار صوبائی حکومتیں ہیں: حکومت پنجاب، حکومت سندھ، حکومت خیبر پختونخواہ کے اور حکومت بلوچستان جو اپنے دائرہ کار میں، سیاسی، انتظامی، اقتصادی اور معاشرتی فرائض انجام دیتی ہیں اور ان کی ادائیگی کے لئے مختلف ذرائع سے آمدنی حاصل کرتی ہیں۔ صوبائی حکومتوں کے بھی دو طرح کے بجٹ ہوتے ہیں: اول، ریونیو یا محاسباتی بجٹ اور دوم، سرمایاتی بجٹ۔ محاسباتی بجٹ کے مندرجہ ذیل ذرائع ہیں:

صوبائی حکومتوں کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ وفاقی حکومت کے نافذ کردہ ٹیکسوں سے ملنے والا حصہ ہے۔ دوسرے نمبر پر صوبائی حکومتوں کے نافذ کردہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی رقم ہے۔ اہم ذرائع آمدنی کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

1- مرکزی حکومت کے ٹیکسوں کا حصہ (Share of Federal Government Taxes):

مرکزی حکومت مندرجہ ذیل ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک حصہ صوبوں کو دیتی ہے: انکم ٹیکس، کارپوریشن ٹیکس، بیکری

ٹیکس، جائے، تہا کو اور چھال پر مرکزی ایکسائز ٹیکس۔

نیشنل ٹیکس ٹریننگ (NFTC) کے فیصلہ کے مطابق مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے مابین "وفاقی قابل تقسیم رقم" (Federal Divisible Pool) درج ذیل نسبت سے تقسیم ہوتی ہے: صوبہ پنجاب 51.74 فیصد، سندھ 24.55 فیصد، خیبر پختونخواہ 14.62 فیصد اور بلوچستان 9.09 فیصد۔ 2009-10ء کے دوران صوبائی حکومتوں کو کل 697.9 ملین (ارب) روپے منتقل کئے گئے۔

2- آبیانہ (Water Rate):

صوبائی حکومتوں نے اپنے اپنے علاقوں میں بہت سی نہریں تعمیر کرائی ہیں، جن سے کاشت کار اپنی زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی حاصل کرتے ہیں، اور اس کا معاوضہ آبیانہ کی شکل میں حکومت کو ادا کرتے ہیں۔

3- مالیر زمین (Land Revenue):

اس میں زمین کا لگان یا معاوضہ کے علاوہ سرکاری زمینوں کی فروخت اور جرمانے شامل ہوتے ہیں۔ سرکاری زمینوں پر موسمی چرانے کا معاوضہ بھی اسی مد میں شمار کیا جاتا ہے۔

4- موٹر گاڑیوں پر محصولات (Taxes on Motor Vehicles):

اس میں گاڑیوں کی رجسٹریشن ٹیکس، روڈ ٹیکس، ڈرائیونگ کالائسنس حاصل کرنے کی ٹیکس اور جرمانے وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

5- اشٹام اور کورٹ ٹیکس (Stamp Paper and Court Fee):

عام لوگ حکومت کو جو عدالتی اور غیر عدالتی درخواستیں دیتے ہیں، ان پر سرکاری ٹیکس لگائی پڑتی ہیں۔ چنانچہ ان کی فروخت سے صوبائی حکومتوں کو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اشٹاموں کی فروخت بھی حکومت کی آمدنی کا معقول ذریعہ ہے۔

6- رجسٹریشن:

اس میں مندرجہ ذیل شامل ہیں: دستاویزات کی رجسٹریشن کرانے کی ٹیکس، رجسٹر شدہ دستاویزات کی نقل فراہم کرنے کی ٹیکس، پرانے ریکارڈ تلاش کرنے کی ٹیکس۔

7- اقتصادی خدمات (Economic Services) کے ٹیکس:

ان میں یہ شامل ہیں: زراعت، ماہی گیری، پرورش حیوانات، مواصلات اور جنگلات سے عمارتی کٹڑی، ایندھن، گندہ بیروڑہ اور کٹڑی کا کوئلہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی فروخت سے حکومت کو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ روڈ ٹرانسپورٹ بھی آمدنی کا معقول ذریعہ ہے اور روڈ یاؤں کی چھلکی گاہوں کے ٹیکسوں سے آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

8- معاشرتی خدمات (Social Services) کے ٹیکس:

ان میں صحت عامہ اور تعلیم عامہ کے ٹیکس شامل ہیں، اگرچہ یہ بھی خرچ کرنے والے ٹیکس ہیں، تاہم یہاں سے بھی ٹیکس کی شکل میں کچھ آمدنی حاصل ہو جاتی ہے۔

9- سول نظم و نسق (Civil Administration) کے ٹیکس:

ان میں یہ ٹیکس شامل ہیں: نظم و نسق عامہ، پولیس، جیلیں اور عدالتیں۔ دیئے تو یہ ٹیکس خرچ کرنے والے ہیں، لیکن ان سے تھوڑی بہت آمدنی ٹیکسوں اور جرمانوں کی شکل میں وصول ہوتی ہے۔

10- قرضہ پر سود (Debt Services)

حکومت میونسپلٹیوں اور نیم سرکاری کارپوریشنوں کو قرضہ دیتی ہے۔ نیز زرعی اصلاحی قرضہ کے قانون کے تحت کاشت کاروں کو قرضہ دیتی ہے جس پر اسے معاوضہ ملتا ہے۔

11- آمدنی کے متفرق ذرائع:

ان میں تقریبی ٹیکس، بجلی کے استعمال پر ٹیکس، پٹرول پر ٹیکس، زرعی آمدنی پر ٹیکس، اسٹیم لائسنس ٹیکس اور اعلیٰ قسم کے ہوٹلوں پر ٹیکس شامل ہیں۔

12- وفاقی حکومت کے عطیات:

ان سے مراد وہ رقم ہیں جو مرکزی حکومت صوبائی حکومتوں کو ہنگامی حالات، مثلاً جنگ، قحط، سیلاب اور زلزلے کے زمانے میں لوگوں کی بحالی اور آبادی کے لئے دیتی ہے۔

صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی مدیں

(Heads of Expenditures of Provincial Governments)

صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی اہم مدوں کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

1- ٹیکس اکٹھا کرنے والے ٹیکس:

اس مد میں وہ رقم شامل کی جاتی ہے جو ٹیکس اکٹھا کرنے والے ٹیکسوں کے عمل اور دیگر ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے۔ کل رقم کا تقریباً دو فیصد ان ٹیکسوں پر صرف ہو جاتا ہے۔

2- قرضہ کی خدمات:

صوبائی حکومتیں مرکزی حکومت سے اور دیگر ذرائع سے جو قرضہ لیتی ہیں ان پر سود ادا کرتی ہیں۔ اس پر کل خرچ کا دس فیصد صرف ہوتا ہے۔

3- نظم و نسق عامہ (Civil Administration):

صوبائی نظم و نسق کے لیے جو ٹیکس قائم کئے گئے ہیں، ان پر کئی خرچ اٹھتا ہے، کل خرچ کا تقریباً سولہ فیصد اس مد کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔

4- معاشرتی خدمات (Social Services) کے ٹیکس:

ان میں یہ شامل ہیں: محکمہ تعلیم، محکمہ صحت، سائنسی ترقی کے ٹیکس، ریٹائرڈ ملازموں کی پنشن۔ اس مد پر کل خرچ کا تقریباً پچھتیس فیصد خرچ ہو جاتا ہے۔

5- معاشی خدمات (Economic Services) کے ٹیکس:

ان سے مراد یہ ٹیکس ہیں: آب پاشی، سول ورکس، زراعت، مواصلات اور خبر رسانی۔ ان خدمات کی بہم رسانی پر کل خرچ کا تقریباً پچھتیس فیصد صرف ہوتا ہے۔

مرکزی حکومت کی طرح صوبائی حکومتیں بھی ترقیاتی بجٹ بناتی ہیں، جن میں ان شعبوں کی ترقی کے لئے رقم فراہم کی جاتی ہیں: مواصلات، خبر رسانی، طبی منصوبہ بندی، زراعت، پانی، تعلیم و تربیت، صحت، صنعتیں و معدنیات، پیپلز ورکس پروگرام، سماجی بہبود اور افرادی قوت وغیرہ۔

زکوٰۃ کا نظام

(System of Zakat)

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی (Sources of Revenue of an Islamic State):

- عام حکومتوں کی آمدنی کے ذرائع اور اخراجات کی مدوں کا ذکر ہم پیچھے کرتے ہیں، لیکن ایک اسلامی حکومت کے اہم ذرائع آمدنی یہ ہیں:
- (i) جنگ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت۔
 - (ii) غیر مسلموں سے حاصل ہونے والا جزیہ۔
 - (iii) بیرونی ملکوں سے درآمد ہونے والے سامان پر درآمدی محصول۔
 - (iv) معدنی کانوں سے حاصل ہونے والی رانٹیں، جنگلات سے حاصل ہونے والی پیداواریں۔
 - (v) زکوٰۃ وغیرہ۔
- آخری ذریعہ (یعنی زکوٰۃ) بہت اہم ہے۔ لہذا ہم اس کا مفصل ذکر کرتے ہیں:

زکوٰۃ:

اسلام کے بنیادی فرائض پانچ ہیں جن میں ایک زکوٰۃ ہے۔ نماز کے بعد اسلامی عبادات میں زکوٰۃ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں متعدد بار نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

- 1- (ترجمہ) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو۔ (سورہ بقرہ: آیت 43)
- 2- (ترجمہ) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو ہفتہ اپنی عاقبت کے لیے بھلائی کا کر آ کر آجیجئے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے، جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔ (بقرہ: 110)

گویا زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں پر اسی طرح فرض ہے جس طرح روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ قرآن مجید اس بات کو اسلامی حکومت کے بنیادی مقاصد و فرائض میں شمار کرتا ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرے، جیسا کہ اس آیت مبارک سے پتا چلتا ہے:

(ترجمہ): یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے، اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (نح: 41)

اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب نصاب مسلمان پر (یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کے برابر نقد مال ہو) فرض فرما دیا ہے کہ وہ ہر سال اپنے مال میں سے اڑھائی فیصد (یعنی چالیسواں حصہ) بطور زکوٰۃ ادا کرے اور یہ رقم محتاجوں، مسکینوں، یتیموں اور یتیموں وغیرہ میں تقسیم کرے اور اللہ پاک کی راہ میں مختلف نیکی اور فلاحی کاموں پر خرچ کرے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں: ”پاکیزگی“، گویا زکوٰۃ ادا کرنے والا خود بھی طبع، بکل، محبت، زور وغیرہ جیسی اخلاقی برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے لفظی معنی یہ بھی ہیں: ”بڑھنا اور نشوونما پانا“ چنانچہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے: وہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ (سورہ روم: 39)

عشر (Usher):

دین اسلام میں زرعی پیداوار (Agricultural Production) پر بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی شرح دس فیصد ہے۔ زرعی پیداوار پر ادا کی جانے والی زکوٰۃ کو عشر کہا جاتا ہے (کیونکہ عشر کے معنی ہیں: دسواں حصہ) چنانچہ زمینداروں اور کسانوں پر فرض ہے کہ وہ

اپنی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ اللہ کی راہ میں ادا کریں۔

صدقہ و خیرات (انفاق فی سبیل اللہ) (Charity):

اس کا مطلب ہے: اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ خداوند کریم نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ اس نے جو رزق انہیں بخشا اور مال عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں (نیکی اور فلاحی کاموں پر) خرچ کرو، جیسا کہ اس آیت مبارک سے واضح ہوتا ہے:

یا ایہا الدین امنوا انفقوا مما رزقکم (البقرہ: 254)

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں رات دن خرچ کرو یعنی فروغِ فلاحی کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:

الدین ینفقون اموالہم باللیل والنہار (بقرہ: 274)

اسلام میں صدقہ و خیرات کے بڑے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ قرآن پاک کی رو سے صدقہ و خیرات کرنے سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ رب کریم کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے ”جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات ہائیس ٹھکیں اور ہر ہالی میں سو (100) دانے ہوں۔“ (سورہ بقرہ: آیت 261) نیز انفاق فی سبیل اللہ (یعنی خیرات) ”نیکی“ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ (ترجمہ) ”تم (اس وقت تک) نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔“ (سورہ آل عمران: آیت 92) ”اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنے والوں کی رب کریم بخشش فرمائیں گے اور وہ لوگ جنت میں جائیں گے۔“ (آل عمران: 133, 134)

زکوٰۃ کے مستحقین (زکوٰۃ کے استعمالات):

قرآن مجید کی صراحت کے مطابق مال زکوٰۃ کے مستحق مندرجہ ذیل لوگ ہیں۔ اس کی وضاحت سورۃ توبہ کی آیت نمبر 60 سے ہوتی ہے: (ترجمہ) ”یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور داننا دیتا ہے۔“

ہم ان مستحقین کی مختصر تشریح کرتے ہیں:

1- فقراء:

ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جو نصاب زکوٰۃ سے کم مال رکھتے ہوں، یا اگر صاحب نصاب ہوں تو ان پر اس قدر قرض ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد صاحب نصاب نہ رہیں۔

2- مساکین:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہایت ہی مفلوک الحال ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ مسکین وہ شخص ہے جو کمانہ سکنا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو، اس تعریف کی رو سے تمام وہ غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوئے ہوں، اور پانچ اور بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ ہوں، اور بے روزگار یا بیمار جو عارضی طور پر کمانے کے مواقع سے محروم ہو گئے ہوں، مسکین ہیں۔

3- عاملین زکوٰۃ:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلامی حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے، ان کی تنخواہ زکوٰۃ کی مدد سے ہی ادا کی جاتی ہے۔

4- تالیف قلوب کے لئے:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔ ان کو مال دے کر ان کی ہمت افزائی کرنا، ان کی تالیف

5- غلامی سے چھٹکارا کے لئے:

ان کے لئے قرآن مجید میں "فی الرقاب" کا لفظ آیا ہے، یعنی گردنیں چھڑانے کے لئے۔ گویا وہ لوگ جو غلام ہوں اور غلامی کی قید سے نکلنے کے لئے روپے کے حاجت مند ہوں۔ اس سے مراد وہ مسلمان بھی ہیں، جو لڑائیوں میں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر قیدی اور غلام بنائے جائیں۔

6- مقروض:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کے اوپر ان کی پونجی سے کہیں زیادہ قرض ہو، البتہ شرط یہ ہے کہ قرض کسی گناہ کے کام میں نہ لیا گیا ہو، مثلاً عیش پرستی یا قمار بازی وغیرہ کے لئے۔

7- فی سبیل اللہ:

اس سے مراد ہے اللہ کی راہ میں، یعنی مختلف نیک کاموں پر خرچ کرنا۔ یہ ایک عام مد ہے جس کی عملی شکلیں حالات ہی متعین کر سکتے ہیں۔ مجاہدین کی تیاری، بیماروں کا علاج، جو لوگ خود تعلیم حاصل نہ کر سکتے ہوں ان کی تعلیم کا بندوبست، غرض وہ سارے کام جو امت مسلمہ کی خاطر مفید اور ضروری ہوں، اس مد کے تحت آجاتے ہیں۔

8- مسافر:

جو پردیس میں ہونے کے باعث اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکا ہو اور اس وقت اس کا ہاتھ خالی ہو۔ اس تعریف کے تحت مہاجرین بھی آجاتے ہیں جو جنگ کے حملہ یا ظلم و جبر کے باعث بے گھر ہو جاتے ہیں۔ مسافر اپنے گھر پرچاہے مالدار ہی ہو، لیکن حالت سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اسے زکوٰۃ لینے کا حق پہنچتا ہے۔

واضح رہے کہ اسلام ان مستحقین کو زکوٰۃ میں سے حصہ پانے کا حق اسی وقت دیتا ہے جبکہ یہ کسب مال کی کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، اور اس کے باوجود ان کا کام نہ چلے۔ اس اصول کی وجہ یہ ہے کہ اسلام غزت نفس اور خودداری کو بڑی اہم چیز سمجھتا ہے۔

زکوٰۃ، عشر اور خیرات بطور ذریعہ حکومتی آمدن اور ذریعہ معاشرتی انصاف

(Zakat, Usher and Charity as Instruments of Source of Revenue and Social Justice)

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے اور یہ مسلمانوں کی مالی عبادت ہے۔ اس فریضہ کی پابندی کے بغیر وہ اپنی عبادت اور ایمان کا پورا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ اگرچہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے ادا کی جاتی ہے، مگر اس کی برکتیں ہماری دنیاوی زندگی میں بھی ظاہر ہوتی ہیں، اور اس کے فطریہ میں بہت سے معاشی اور معاشرتی فائدے حاصل ہوتے ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے۔ ان فوائد کی بدولت معاشرہ میں عدل اجتماعی (Social Justice) قائم ہوتا ہے۔ اور ہر شخص معاشی اور معاشرتی لحاظ سے ایک متوازن، خوشگوار، آسودہ حال زندگی کے وسائل حاصل کر لیتا ہے، اور معاشرہ ترقی، خوشحالی اور تعاون باہم کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ، عشر اور خیرات - عدل اجتماعی کا ذریعہ (Instruments of Social Justice):

زکوٰۃ و عشر سے جو درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں، ان کی بدولت معاشرہ میں معاشی و معاشرتی عدل کا نظام خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

(1) غربت (Poverty) کا علاج:

سرمایہ داری نظام معیشت (یعنی کپٹلزم) کے تحت جس میں سرمائے کو محنت پر فوقیت اور مرکزیت حیثیت دی جاتی ہے) میں عموماً دولت

مند طبقہ معاشرے کے ایسے افراد کی کفالت کا ذمہ نہیں لیتا، جو پانچ، بوڑھے اور ضعیف ہوں، نادار، یتیم اور بے روزگار ہوں، سکین، حاجت مند اور مقروض ہوں۔ اس لئے یہ لوگ انتہائی بد نصیبی اور محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں، لیکن اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کی بدولت، ان لوگوں کی محرومیاں، خوشیوں میں بدل جاتی ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ سے ان سب کی پرورش اور کفالت ہوتی رہتی ہے۔ گویا زکوٰۃ کے فطریہ غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(2) بے روزگاری (Unemployment) کا علاج:

زکوٰۃ کی بدولت بے روزگاروں کو روزگار مل جاتا ہے کیونکہ جو لوگ کام کرنا چاہتے ہوں، کوئی نہ کوئی ہنر یا دستکاری جانتے ہوں، لیکن اپنے پاس سرمایہ نہ ہونے کے باعث ہاتھ بے ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے ہوں انہیں اگر زکوٰۃ مل جائے تو وہ اس رقم سے کوئی کام کر کے روزی کما سکتے ہیں، ملا جلیوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور ملک سے بے روزگاری ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں کام کرنے کے اہل افراد کا تقریباً چھ فیصد (یعنی ساڑھے تیس لاکھ افراد) بے روزگار ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس سرمایہ نہیں، جس سے وہ کوئی کاروبار، دست کاری یا کھیتی باڑی کر سکیں، اس لئے اگر انہیں زکوٰۃ دی جائے تو وہ بیکاری کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔

3- غیر مساوی تقسیم دولت (Uneven Distribution of Wealth) کا علاج:

پسماندہ ممالک کو غیر مساوی تقسیم دولت کا مسئلہ درپیش ہے۔ جس کے باعث ہر معاشرہ اقتصادی اعتبار سے دو گروہوں میں بٹا ہوا ہے، ایک نہایت امیر، دوسرا نہایت غریب۔ پہلا طبقہ عیش و عشرت میں غرق ہے جبکہ دوسرا بھوک اور تنگ کا شکار ہے۔ اس وجہ سے باہمی منافرت، حسد، کینہ اور انتقام جیسے کمرود جذبات ابھرتے ہیں۔ امیر و غریب کی اس وسیع فلیج کو کم کرنے کا بہترین علاج زکوٰۃ ہے۔ اس کی رو سے ہر صاحب نصاب اپنے مال و دولت کا، ہر سال چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالتا ہے اور محتاجوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس طرح دولت کبھی خود بخود امیر لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر غریب گھرانوں کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے، اور زکوٰۃ کی بدولت بھی اسلامی معاشرہ میں ایسے دو گروہ پیدا نہیں ہو سکتے جن کی آمدنی میں اتنا زیادہ فرق ہو، جتنا سرمایہ داری نظام میں پیدا ہو جاتا ہے۔

(4) ارتکاز دولت (Concentration of Wealth) کا علاج:

اس سے مراد ہے ملک کی بیشتر دولت کا چند لوگوں کے قبضہ میں جمع ہو جانا۔ سرمایہ دار لوگ اپنے سرمائے کی مدد سے ذمہ داریوں دولت کمانے اور جمع کرتے جاتے ہیں، جس کا کچھ حصہ کاروبار میں لگاتے ہیں، اور باقی عیش و عشرت میں اڑا دیتے ہیں۔ دوسری جانب غریب اپنی زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر پاتے۔ یوں ملک کے قدرتی اور انسانی وسائل سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا اور معیشت عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ کا علاج زکوٰۃ سے ہو سکتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی رو سے، سرمایہ داروں کو ہر سال اپنی تمام جمع شدہ دولت، سرمائے، زیورات اور مال تجارت کا چالیسواں حصہ نکال کر غریبوں میں تقسیم کرنا ہوتا ہے، جس کے باعث ان کے پاس بے تحاشا دولت جمع نہیں ہو سکتی، اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا ایک مخصوص حصہ خود بخود باقاعدگی سے حاجت مندوں کے پاس پہنچتا رہتا ہے، اور معیشت میں اعتدال و توازن برقرار رہتا ہے۔

(5) دھنیوں (Hoardings) کا علاج:

عام طور پر لوگ اپنی بچی ہوئی دولت کو دھنیوں، یعنی نقد رقم یا زیورات کی صورت میں سنبھال کر رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہتر روپیہ استعمال میں نہیں آتا اور کساد بازاری (Slump) پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اسلامی معاشرہ میں لوگ کثیر مقدار میں روپے کو یوں دھنوں اور زیورات کی شکل میں بے کار بنا کر نہیں رکھیں گے، کیونکہ اس طرح ہر سال زکوٰۃ دینے سے اس کی مقدار کم ہوتی جائے گی۔ چنانچہ لوگ اپنی دولت کو کسی نہ کسی کاروبار میں لگائیں گے، کارخانے قائم کریں گے، کسی کو (شرکت و مضارت پر) تجارت کے لئے دیں گے اور

اس سے منافع کا حصہ لیتے رہیں گے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نہ صرف خود ان لوگوں کی دولت کا رمد ہو جائے گی اور بڑھے گی، بلکہ عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا اور روزگار بڑھے گا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (ترجمہ) "آگاہ ہو جاؤ تم میں سے جو کوئی خیر کا دلی ہو اور اس کے پاس دولت ہو تو اس سے تجارت کرے اور اس دولت کو یونہی نہ ڈال رکھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ دینا اسے ختم کر ڈالے۔"

(6) غیر سودی معیشت کی بنیاد (Interest-Free Economy):

زکوٰۃ کے ذریعے یہ مقصد بھی حاصل کیا جاتا ہے کہ دولت تمام افراد کے درمیان گردش کرتی رہے، تاکہ پیداوار اور صرف کے مابین سرمایہ کی گردش سوزوں طریقے پر انجام پاتی رہے۔ زکوٰۃ تعاون اور کفالت باہمی پر مبنی ایسے معاشرہ کی بنیاد ہے، جسے اپنی زندگی کے کسی شعبے میں بھی سودی نظام کے سہارے کی ضرورت نہیں۔ ایک مسلم ریاست، زکوٰۃ کو لازمی حق کے طور پر وصول کرے گی، خیرات کے طور پر نہیں، اور اس کی مدد سے ہر اس فرد کی کفالت کرے گی، جس کے ذاتی وسائل اس کے لئے کافی نہ ہوں، یوں ہر شخص کو طمینان حاصل ہوگا کہ اس کی اپنی اور اس کی اولاد کی ضروریات کی تکمیل بہر حال یقینی ہے، ساتھ ہی ریاست مقروض افراد کی جانب سے، ان کے قرضے زکوٰۃ کی مدد سے ادا کرے گی۔ خواہ یہ قرض کاروباری اغراض کی خاطر لئے گئے ہوں یا غیر کاروباری اغراض کے لئے، زکوٰۃ کا نظام ایمانی تصور ایمانی تربیت، اور ایمان پر مبنی اخلاق پر قائم ہوتا ہے اور نفس انسانی کو ایک مخصوص سانچہ میں ڈھال دیتا ہے۔ پھر اس نظام کے ہر شعبہ میں صحیح انکار و تصورات، پاکیزہ اخلاق و عادات اور اعلیٰ طور طریقے جاری ہوتے ہیں۔ جاہلی نظام کے بالفاظ، جس کی بنیاد سود پر ہے، اسلام اپنے نظام میں زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔ اس نظام میں انفرادی سعی و جہد اور سود سے پاک باہمی تعاون کے ذریعے زندگی مہو پاتی ہے اور معیشت کی ترقی عمل میں آتی ہے۔ (سید قطب شبیر)

(7) فضول خرچی (Extravagance) کی حوصلہ شکنی:

جس معاشرہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا رواج ہو، وہاں لوگ فضول خرچی اور اسراف (یعنی زائد از ضرورت خرچ) سے پرہیز کرتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے باعث ان کے پاس اس قدر بے تحاشا دولت جمع نہیں ہونے پاتی کہ وہ اسے بڑکھٹ رہن، بہن، بیش و عشرت اور ٹھانڈے میں ضائع کرتے رہیں۔ یوں زکوٰۃ کے قلیل عمومی صرف دولت میں کفایت اور اعتدال کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(8) سرمائے کی گردش (Circulation of Capital) میں اضافہ:

کسی معیشت کی صحت مندانہ ترقی کے لئے سرمائے کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے انسانی جسم میں خون۔ چنانچہ ضروری ہے کہ سرمایہ پوری معیشت میں مستقل طور پر گردش کرتا رہے اور کسی ایک طبقہ یا شعبہ میں مرکوز ہو کر نہ رہ جائے۔ یہ مقصد زکوٰۃ سے بخوبی حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ہر سال اہل ثروت لوگ اپنی کثیر دولت کا چالیسواں حصہ نکال کر حاجت مندوں کو ادا کرتے رہیں گے، جو اسے اشیائے صرف اور اشیائے پیداوار پر خرچ کر کے آگے منتقل کر دیں گے۔ گویا دولت خود بخود ایک دائری شکل میں سارے معاشرہ میں گھومتی رہے گی، اور ہر شخص کے ہاتھوں سے ہو کر گزرے گی۔ بالکل ایسے ہی جیسے آبی ذخیرہ یا جھیل سے پانی کئی نالوں کے ذریعے بہ کر دائیں بائیں کے خشک کھیتوں کو سیراب کرتا جائے اور پیداوار دہکتی چوٹتی ہوتی جائے۔

(9) معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ:

کسی ملک کی معاشی ترقی کے لئے بنیادی طور پر یہ عوامل درکار ہوتے ہیں: مستعد مزدور اور کارندے، با کفایت صرف اور بچت، کثیر سرمایہ دولت کی گردش، آمدنی کی متوازن اور مساویانہ تقسیم وغیرہ۔ یہ تمام عوامل نظام زکوٰۃ کے باعث خوب ترقی کرتے ہیں، لہذا معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ سے معاشی فوائد کے علاوہ معاشرتی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(10) باہمی تعاون اور مردت (Cooperation) کا فروغ:

زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے سے معاشرہ میں باہمی تعاون کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔ جب دولت مندانہ افراد زکوٰۃ دے کر حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں، تو یہ لوگ دولت مندوں کو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے اندر شکرگزاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یوں پورا معاشرہ اخوت، مردت، ہمدردی اور محبت کی خوشبو سے بہک اٹھتا ہے۔

(11) اجتماعی بہبود (Social Welfare) کا تحفظ:

زکوٰۃ کی ادائیگی بعض لاپرواہی، جریس اور دولت سے محبت کرنے والے لوگوں پر بارگزارتی ہے لیکن انہیں بھی لینا چاہئے کہ ہر فرد کی خوش حالی اس جماعت سے وابستہ ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اگر صاحب استطاعت لوگ حاجت مندوں کو اس خیال سے زکوٰۃ نہ دیں کہ دولت انہوں نے خود محنت اور مشقت سے کمائی ہے، تو انہیں یہ چیز نہ بھولنی چاہئے کہ اس سے ایک طرف تو وہ اللہ کے حکم سے کوتاہی کر رہے ہیں، اور دوسری طرف پورے معاشرے کو ناداری میں ڈال کر، ایسا موقع پیدا کر رہے ہیں، جب نہ تو ان کی پیدا کی ہوئی اشیاء خریدنے کی کسی میں استطاعت ہوگی، اور نہ تارادار لوگ اس بات پر ہی قناعت کریں گے کہ امیر لوگ خود بیش و عشرت سے دن گزاریں اور غریب لوگ قاتلوں کی بنا پر قتلہ اہل بننے چلے جائیں۔ اگر دولت مند لوگ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تو نہ منافرت پیدا ہوگی اور نہ کوئی مظلوم الحال گروہ جنم لے گا، بلکہ مجموعی معاشرہ خوش حال ہوگا اور سبھی امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتے جائیں گے۔

(12) جرائم اور لوٹ مار (Crimes) کا خاتمہ:

بہت سے جرائم اخلاقی پستی کے ساتھ ساتھ غربت اور بے روزگاری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ چوری، جیب تراشی، مکاری، غبن، لوٹ مار، چھینا چھٹی، دہشت گردی اور خودکشی جیسے امراض ایسے معاشرہ میں جنم لیتے ہیں، جہاں غریبوں کی خبر گیری نہیں ہوتی اور وہ اپنے اہل و عیال کی حالت زار سے تنگ آکر جرم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ زکوٰۃ کی بدولت غریبوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں، اور وہ بے راہ رو ہونے سے بچ جاتے ہیں، اس لئے ملک میں معاشرتی اور اخلاقی اقدار فروغ پاتی ہیں۔

(13) بد امنی (Disorder) اور ہنگاموں کا خاتمہ:

زکوٰۃ کی برکت سے معاشی طور پر پچھلے طبقے کی کفالت ہوتی رہتی ہے، اس لئے ملک میں مزدور۔ مالک کش کش، سرکشی، بد امنی، ہنگامے نہیں ہوتے، اور ملک فساد سے محفوظ رہتا ہے۔

پچھلے ہم نے زکوٰۃ و عشر کے معاشی اور معاشرتی فائدے بیان کئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا نظام ایک مسلم معاشرہ میں اجتماعی اور معاشرتی عدل کے قیام کا ذریعہ بن جاتا ہے کیونکہ اس سے ایک طرف تو ناداروں، حاجت مندوں، محروموں، معذوروں اور بے کسوں کی ضروریات زندگی کی طریق احسن کفالت ہو جاتی ہے اور دوسری طرف امراء کی دولت میں بے تحاشا اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ان کے صرف میں اسراف و تبذیر پیدا ہوتا ہے۔ گویا قوم کی مجموعی آمدنی و دولت کی تقسیم میں اعتدال اور توازن پیدا ہو جاتا ہے، اور بے جا فراڈ و تفریط اور وسیع طبقاتی تقسیم ختم ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں زکوٰۃ و عشر کا نظام:

اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے اور انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کی اصلاح و ترقی کے لئے طریقے بتاتا ہے۔ چنانچہ سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، تعلیمی، اخلاقی، تہذیبی اور دیگر معاملات میں رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا ہے، لہذا ضروری ہے کہ یہاں اسلامی نظام حیات، اپنی صحیح شکل اور روح کے ساتھ نافذ ہو۔

20 جون 1980ء کو صدر پاکستان نے زکوٰۃ اور عشر آرڈی نیشن نافذ کر دیا، جس کے تحت ایسے اصول وضع کئے گئے ہیں، جن کے مطابق اہل نصاب سے زکوٰۃ اکٹھی کی جائے گی اور شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق مستحق لوگوں میں تقسیم کی جائے گی۔ حکومت نے ایک مرکزی زکوٰۃ فنڈ قائم کیا ہے جس کی معرفت آگے مختلف صوبوں میں قائم شدہ مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو زکوٰۃ کی رقم منتقل کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم کا کام خالص غیر سرکاری افراد کی معرفت ہوتا ہے، جنہیں متعلقہ علاقہ کے لوگ منتخب کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ہرگز کوئی سرکاری مداخلت نہیں کی جاتی۔ تاہم مرکزی اور صوبائی زکوٰۃ کونسلوں کے سربراہ، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان ہیں۔ زکوٰۃ اور عشر آرڈی نیشن 1980ء کی رو سے مندرجہ ذیل کیا رو قسم کے اثاثوں میں سے اڑھائی فیصد سالانہ شرح سے زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے:

- 1- سیونگز بینک اکاؤنٹس
- 2- فوٹس ڈیپازٹ اکاؤنٹس
- 3- فیکسڈ ڈیپازٹ اکاؤنٹس
- 4- سیونگز سٹیٹ بینک
- 5- قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ بینک
- 6- انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان سٹیٹ بینک
- 7- گورنمنٹ سیکورٹیز
- 8- کمپنیوں کے حصص
- 9- سالیانے (Annuities)
- 10- لائف انشورنس پالیسیاں
- 11- پرائیویٹ فنڈ

مارچ 1983ء سے حکومت پاکستان نے زرعی پیداواروں پر عشر کی وصولی کا نظام بھی قائم کر دیا یہ ہر زمیندار، ضامن، الاٹی، لیز ہولڈر یا لینڈ ہولڈر سے لازمی طور پر نقدی کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ ایک علاقہ میں سے حاصل کردہ عشر اسی علاقہ کے مستحقین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ مستحق افراد کے علاوہ مختلف اداروں کو بھی دی جاتی ہے جن میں یہ شامل ہیں: معاشرتی، طبی، تعلیمی اور دینی ادارے۔ حکومت چاہتی ہے کہ زکوٰۃ لینے والوں کے لئے چھوٹے پیمانے کے ذرائع روزگار مہیا کر دیئے جائیں تاکہ وہ آئندہ خود کفیل ہو جائیں۔ 10-2009ء کے دوران سرکاری بیت المال میں سے ایکس لاکھ افراد کو 226 کروڑ روپے دیئے گئے۔



ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1- آمدنی کا بجٹ اور سرمائے کا بجٹ سے کیا مراد ہے؟
جواب: آمدنی کا بجٹ: اس بجٹ میں وہ آمدنی دکھائی جاتی ہے جو مختلف ٹیکسوں سے حاصل کی جاتی ہے مثلاً سسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی، ایکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس وغیرہ۔

سرمائے کا بجٹ: اس بجٹ میں ان اخراجات کا تخمینہ لگایا جاتا ہے جو ترقیاتی مقاصد کے لئے کیے جائے مثلاً تعمیرات کا کام (سڑکوں، بندرگاہوں، ہوائی اڈوں کی تعمیر، آبپاشی کے ذرائع کی ترقی اور بجلی کے منصوبوں کی تکمیل اور اسی طرح کے دیگر ترقیاتی پروجیکٹ)۔

2- پاکستان کے نافذ کردہ ٹیکسوں کی اقسام بیان کریں؟

جواب: ٹیکسوں کی درج ذیل دو اقسام ہیں۔

براہ راست ٹیکس: یہ ایسے ٹیکس ہیں جو جن لوگوں پر عائد کیے جاتے ہیں وہی انہیں ادا کرتے ہیں مثلاً، ایکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس وغیرہ۔
بالواسطہ ٹیکس: یہ ایسے ٹیکس ہیں جو جن افراد یا اداروں پر عائد کئے جاتے ہیں وہ انہیں اپنی پیداکردہ اشیاء یا فروخت ہونے والی اشیاء میں شامل کر کے گاہکوں سے وصول کرتے ہیں مثلاً سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی۔

3- ایکسائز ڈیوٹی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایکسائز ڈیوٹی پاکستان میں بننے والی اشیاء اور مہیا کی جانے والی خدمات پر عائد کی جاتی ہیں۔ جیسے جیسے پاکستان صنعتی اعتبار سے ترقی کرتا گیا حکومت کا یہ ذریعہ آمدنی بھی تیزی سے ترقی کرتا گیا جس سے معاشی ترقی اور استحکام کا پتا چلتا ہے بالواسطہ ٹیکس کا 15% ایکسائز ٹیکس سے حاصل ہوتا ہے۔

4- حکومت پاکستان کے غیر معمولاتی ذرائع آمدنی کون کون سے ہیں؟

جواب: (i) فیس

(ii) جرمانے

(iii) شے یا خدمت کی قیمت

(iv) سرکاری جائیداد

5- حکومت پاکستان کے اندرونی قرضوں اور بیرونی قرضوں میں فرق بتائیں؟

جواب: اندرونی قرضے: اندرونی قرضوں سے مراد ایسے قرضے ہیں جو حکومت پاکستان اپنے ملک کے کسی ادارے سے حاصل کرے مثلاً سٹیٹ بینک وغیرہ۔

بیرونی قرضے: بیرونی قرضوں سے مراد ایسے قرضے ہیں جو حکومت پاکستان بیرون ملک یا کسی بین الاقوامی ادارے سے حاصل کرے مثلاً امریکہ یا IMF وغیرہ۔

6- زکوٰۃ اور عشر کا مفہوم واضح کیجیے؟

جواب: زکوٰۃ: اسلام کے بنیادی فرائض پانچ ہیں جن میں ایک زکوٰۃ ہے نماز کے بعد اسلامی عبادات میں زکوٰۃ کو بہت اہمیت حاصل ہے گویا زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں پر اسی طرح فرض ہے جس طرح روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔

مشر: دین اسلام میں زری پیداوار پر بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے جس کی شرح 10% ہے زری پیداوار پر عائد کی جانے والی زکوٰۃ کو مشر کہتے ہیں۔ چنانچہ زمینداروں پر فرض ہے کہ وہ اپنی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ اللہ کی راہ میں ادا کریں

7- زکوٰۃ کی اہیت کے چار نکات لکھیں؟

- جواب: (i) فضول خرچی سے پرہیز (ii) سرمائے کی گردش
(iii) معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ (iv) اجتماعی بہبود
8- مستحقین زکوٰۃ کون ہیں؟

- جواب: (i) فقاہ (ii) مساکین
(iii) مالین زکوٰۃ (iv) تالیف کلوب کے لیے
(v) غلامی سے چھٹکارہ کے لیے (vi) مقروض
(vii) فی سبیل اللہ (viii) مسافر

9- سرکاری مالیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: سرکاری مالیات میں حکومت کے ذرائع آمدنی اور اس کے ہونے والے ترقیاتی اور دیگر اخراجات کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور یک بجٹ تیار کیا جاتا ہے۔

10- صوبائی حکومت کی آمدنی کے چار ذرائع لکھیں؟

- جواب: (i) مرکزی حکومت کے ٹیکسوں کا حصہ (ii) موٹر گاڑیوں کے محصولات
(iii) اخام اور کورٹ فیس (iv) رجسٹریشن

11- بجٹ سے کیا مراد ہے؟

جواب: بجٹ سے مراد ایسا تخمینہ ہے جو حکومت کے آئندہ مالی سال کی متوقع آمدنی اور اخراجات کے بارے میں لگایا جاتا ہے۔

12- پاکستان کے محصولات کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے چار اقدامات لکھیں؟

- جواب: (i) براہ راست ٹیکسوں میں اضافہ (ii) بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ میں کمی
(iii) ٹیکسوں چوری کا انسداد (iv) تشکیل سرمایہ کا اہتمام

13- حکومت پاکستان کے اخراجات کے چار اہم مڈیں لکھیں؟

- جواب: (i) دفاع (ii) قرضوں پر سود کی ادائیگی
(iii) اعانے (iv) معاشرتی و معاشی خدمات

14- صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی مڈیں لکھیں؟

- جواب: (i) ٹیکس اکٹھا کرنے والے محکمے (ii) قرضہ کی خدمات
(iii) نظم و نسق عام (iv) معاشرتی و معاشی خدمت

15- پاکستان کا وفاقی بجٹ کیسے تیار ہوتا ہے؟

جواب: وفاقی بجٹ وزیر خزانہ تیار کرتا ہے۔ وزیر خزانہ آمدنی حاصل ہونے والے اداروں سے آمدنی اور اخراجات کا اندازہ لگایا ہے پھر ان اخراجات اور آمدنی کے تخمینوں کو ایک حتمی شکل دیتا ہے اور اسے قومی اسمبلی میں پیش کرتا ہے جس کی منظوری کے بعد صدر پاکستان اس کا

اعلان کر دیتے ہیں۔

16- زکوٰۃ کا نصاب لکھیں؟

جواب: اگر کسی شخص کے پاس سونا 7 1/2 تولے، چاندی 52 1/2 تولے اور نقد روپیہ 200 درہم کے برابر ہو اور اس کو ایک سال اپنے پاس

رکھتا ہوتا اس پر 2.5% زکوٰۃ عائد ہوگی۔ معدنیات پر 20%، مال مویشی، اونٹ 5 بگے، 30، بھیڑ بکریاں 40 ہوں تو اس پر زکوٰۃ لاگو ہوگی۔ سامان تجارت پر بھی 2.5% کے حساب سے زکوٰۃ عائد ہوگی۔

17- کیا زکوٰۃ اسلامی ٹیکس ہے؟

جواب: جی نہیں! زکوٰۃ اور ٹیکس دو علیحدہ علیحدہ تصور ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے اس کا نصاب ایک مقررہ حد تک ہے جو اسلام میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی کوئی معافی نہیں۔ جبکہ ٹیکس حکومت کی آمدنی ہے حکومت اس کو عائد کرتی ہے اور وصول بھی کرتی ہے اس کی شرح تبدیل ہوتی رہتی ہے بعض وجوہات میں ٹیکس معاف بھی ہو سکتا ہے۔

18- پاکستان میں زکوٰۃ کا نفاذ کب ہوا؟

جواب: پاکستان میں زکوٰۃ کا نفاذ 20 جون 1980ء بروز جمعہ المبارک کو ہوا زکوٰۃ کا سال یکم رمضان 1400ھ سے شروع ہوا۔

19- پاکستان میں مشر کا نفاذ کب ہوا؟

جواب: 1982-83 کے دوران حکومت نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ سے فصل ربیع سے مشر لازمی نافذ ہے۔ جو کہ نہری زمین کی پیداوار کا 5% ہوگا۔

حصہ دوم (Section II)

نوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں۔

- 1- مرکزی حکومت پاکستان کی آمدنی کے ذرائع بیان کریں۔
- 2- پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ لیجئے۔
- 3- پاکستان کے محصولات کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کریں۔
- 4- مرکزی حکومت کی مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کے بڑے بڑے مقاصد بیان کیجئے۔
- 5- پاکستان کی صوبائی حکومتوں کے ذرائع آمدنی پر بحث کریں۔ (میرپور آزاد کشمیر بورڈ 2010ء، ملتان بورڈ 2011ء)
- 6- زکوٰۃ کے مستحقین کون کون ہیں؟
- 7- زکوٰۃ کی معاشی اور معاشرتی اہیت پر نوٹ لکھیں۔ (بہاولپور بورڈ 2011ء)

نوال نمبر 3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

- 1- پاکستان میں مالی سال شروع ہوتا ہے
ا۔ یکم جنوری سے ب۔ یکم اپریل سے
ج۔ یکم جولائی سے د۔ یکم اکتوبر سے
- 2- پاکستان میں مرکزی ایکسائز ان پر عائد ہوتی ہے
ا۔ درآمدات ب۔ برآمدات
ج۔ صنعتی پیداوار د۔ زرعی پیداوار
- 3- صوبائی حکومت کے ذرائع آمدنی میں یہ شامل ہے۔
ا۔ ٹیکس ٹیکس ب۔ پراپرٹی ٹیکس
ج۔ سیلز ٹیکس د۔ تحفہ ٹیکس